# اقبال کی ایک مکتوب الیہا۔ بیگم عطیہ فیضی

ڈاکٹر محمد آصف اعوان
ایسوسی ایٹ پروفیسر
شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

***Abstract***

Begum Atyia Fazee from Bombay was an educated and modern lady. She was Companion to Iqbal in Europe. Iqbal wrote many letters to her. In the article " Iqbal ki Aik Maqtobe Elaiha - Begum Atyia Fazee" Atyia Fazee's brief life-sketch and the essence of Iqbal's letters to her name, has been described.

ہندوستان کے علمی وادبی اور سیاسی ماحول میں دو خواتین کو خاص طور پر بہت شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان میں سے ایک کا نام سروجنی نائیڈو (۱۸۷۹ء-۱۹۴۹ء) اور دوسری بیگم عطیہ فیضی۔ عطیہ فیضی یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو ترکی کے شہر استنبول میں پیدا ہوئیں۔ جہاں ان کے والد حسن علی آفندی کاروبار کی غرض سے مقیم تھے (۱) عطیہ فیضی ایک علمی وادبی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی والدہ امیر النساء بیگم ایک باذوق خاتون تھیں۔ امیر النساء بیگم کی دو تصانیف شائع ہوئیں۔ ایک شعری مجموعہ ''آمین'' کے نام سے ہے اور ایک ناول ''نادر بیان'' کے نام سے ہے۔ عطیہ فیضی کی دو بہنیں تھیں، نازلی رفیعہ بیگم اور زہرہ بیگم۔ نازلی (ت ۱۹۶۸ء) سب سے بڑی تھیں۔ دوسرے نمبر پر زہرہ (ت ۱۹۱۰ء) اور سب سے چھوٹی عطیہ فیضی تھیں۔ عطیہ کے نام کے ساتھ فیضی کا لاحقہ ان کے خاندان کے ایک بزرگ فیض حیدر کے نام کی نسبت سے تھا۔ عطیہ ترکی، عربی، فارسی، انگریزی، اُردو اور گجراتی زبانوں پر اچھی خاصی مہارت رکھتی تھیں۔ عطیہ فیضی کو فنونِ لطیفہ سے طبعی لگاؤ تھا۔ اسی لگاؤ اور شوق کی وجہ سے عطیہ کو حکومت ہندوستان نے تعلیمی وظیفے پر یورپ بھیجنے کے لئے منتخب کیا۔ اقبال سے عطیہ فیضی کی پہلی ملاقات یکم اپریل ۱۹۰۷ء کو یورپ میں اس وقت ہوئی جب اقبال عطیہ فیضی کو سید علی بلگرامی کے ہاں ایک تقریب میں شرکت کی دعوت دینے کے لیے مس بیک کی رہائش گاہ پر ان سے ملنے کے لیے گئے۔ عطیہ بیگم اپنی کتاب ''اقبال'' میں لکھتی ہیں کہ اقبال نے دعوت دیتے ہوئے مجھ سے کہا:

''میں آپ کو مسٹر اور مسز سید علی بلگرامی کی طرف سے دعوت دینے آیا ہوں کہ آپ کیمبرج میں

ان کی مہمان بنیں، اور میرا مشن یہ ہے کہ میں بغیر کسی رکاوٹ کے آپ کی منظوری ان تک پہنچا دوں۔ اگر آپ انکار کر دیں گی تو اس ناکامی کا داغ مجھ پر رہے گا جسے میں نے آج تک قبول نہیں کیا اور اگر آپ دعوت منظور کر لیں گی تو آپ درحقیقت میزبانوں کی عزت افزائی کریں گی۔'' (۲)

عطیہ فیضی ۲۲ اپریل ۱۹۰۷ء کو سید علی بلگرامی کے گھر دعوت میں شرکت کے لئے گئیں۔ انہوں نے اپنے سفری روزنامچہ ''زمانہ تحصیل'' میں اس دعوت کا تفصیلی احوال بیان کرتے ہوئے اقبال کے متعلق لکھا ہے کہ اس تقریب میں ''مسٹر اقبال بھی تشریف رکھتے تھے یہ صاحب نہایت درجے عالم، فاضل اور فیلسوف اور شاعر ہیں۔'' (۳)

بعد ازاں اقبال اور عطیہ فیضی کی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جب اقبال اپنا ڈاکٹریٹ کا مقالہ تحریر کر رہے تھے تو وہ اکثر اس مقالے کے مختلف حصے عطیہ فیضی کو سنا کر ان سے رائے طلب کرتے اور ان کی رائے کی قدر کرتے تھے۔

عطیہ فیضی اپنی کتاب ''اقبال'' میں ایک جگہ قم طراز ہیں:

''اقبال کا علمی مقالہ مکمل ہو چکا ہے، اُنھوں نے شروع سے اخیر تک اپنی تحقیقات کا خزانہ سنایا۔ میری رائے پوچھی تو میں نے چند باتیں کیں جنھیں اُنھوں نے قلم بند کر لیا۔'' (۴)

اقبال اور عطیہ فیضی کے مابین ملاقاتوں کا سلسلہ جرمنی میں بھی جاری رہا۔ ایک دفعہ اقبال اور کچھ دیگر دوستوں نے ہائیڈل برگ پکنک کا پروگرام بنایا۔ سب جانے کے لئے تیار ہوئے مگر اقبال اپنے کمرے ہی سے باہر نہ آئے، آخر عطیہ فیضی ان کے کمرے میں گئیں۔ دیکھا کہ اقبال ایک کرسی پر عالم مدہوشی میں خاموش اور بے حرکت، اپنے ماحول سے بے خبر خلا میں گھور رہے ہیں۔ عطیہ فیضی نے جرأت کی اور اقبال کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا (۵) اس پر جب اقبال کس قدر ہوش میں آئے تو عطیہ فیضی نے اقبال سے انگریزی میں یہ جملہ کہا۔

"For God sake get up. You are here in a small simple town of Germeny.It is not India where people would understand and appreciate your state of trance."

عطیہ فیضی نے ۱۹۴۷ء میں ایک کتاب ''اقبال'' کے نام سے تحریر کی، جس میں انہوں نے اقبال کے حوالے سے اپنی یادداشتوں کو قلم بند کیا ہے۔ مزید برآں اپنے نام اقبال کے خطوط کے عکس بھی اس کتاب میں شامل کئے ہیں۔ عطیہ فیضی کو بہت سے ممالک مثلاً اٹلی، فرانس، جرمنی، چائنہ، جاپان اور دیگر یورپی ممالک میں جانے کا موقع ملا اور ان ممالک میں انہوں نے بہت سے اہل علم اکابرین سے ملاقات کی۔ ہندوستان میں مولانا شبلی نعمانی سے عطیہ فیضی کی ملاقاتوں کا احوال دلچسپی سے خالی نہیں۔ مولانا شبلی، عطیہ فیضی کی شخصیت سے جس طرح مسحور ہوئے اور اس کا اظہار انہوں نے جس والہانہ انداز میں اپنے خطوط اور شاعری میں کیا ہے وہ ایک الگ داستان ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی کی کتاب ''شبلی کی حیات معاشقہ'' عطیہ فیضی سے مولانا شبلی کی ملاقاتوں اور مولانا کے عطیہ فیضی کے لئے رومانی جذبوں کا احوال پیش کرتی ہے عطیہ فیضی نے ۱۹۱۲ء میں ایک مصور سیموئل فیضی رحمین (Samuel Fyzee Rahamin) سے شادی کی۔ رحمین

شادی سے پہلے یہودی تھے تاہم عطیہ فیضی سے شادی کرنے سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔عطیہ اور رحمین دونوں موسیقی اور مصوری سے عشق کی حد تک دلچسپی رکھتے تھے۔ چنانچہ ان دونوں نے ہندوستان کے مختلف علاقوں کے دورے کیے اور باکمال موسیقاروں کو تلاش کیا۔موسیقی کے حوالے کئی کانفرنسیں منعقد کیں۔

نصراللہ خان کہتے ہیں کہ شادی کے بعد بیگم عطیہ فیضی اپنے شوہر ''فیضی سے ذرا ذرا سی بات پر خفا ہو جاتیں اور اُسے بری طرح ڈانٹتیں اور بے پناہ غصے کے عالم میں اُسے یہودی کتا کہتیں لیکن فیضی ہر وقت جی بیگم صاحب! جی بیگم صاحب! کہتے اور ایک وفادار کتے کی طرح دُم ہلاتے رہتے۔''(٦)

عطیہ فیضی نے ایک ایسے زمانے میں ایک تعلیم یافتہ اور روشن خیال خاتون کے طور پر شہرت پائی کہ جب عورتوں کی روایتی تعلیم پر بھی پابندیاں تھیں۔عطیہ فیضی عورتوں کی تعلیم کی زبردست حامی تھیں۔انہوں نے خواتین کے لئے متعدد ایسے اسکول قائم کئے جہاں خواتین کو تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف ہنر بھی سکھائے جاتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد عطیہ فیضی قائداعظم محمد علی جناح کی خصوصی دعوت پر پاکستان ہجرت کر آئیں اور کراچی میں قیام کیا۔پاکستان آکر بھی عطیہ فیضی نے فنون لطیفہ اور تعلیم نسواں کے فروغ کے لئے کئی منصوبے بنائے۔کراچی میں ''اکیڈمی آف اسلام'' (*Academy of Islam*) قائم کی۔عطیہ فیضی کی زندگی کا آخری حصہ معاشی پریشانیوں اور تنگ دستی میں بسر ہوا۔یکم جنوری ۱۹۶۴ء کو رحمین فیضی کا انتقال ہو گیا اور ۴ جنوری ۱۹۶۷ء کو عطیہ فیضی بھی چل بسیں۔

عطیہ فیضی نے ہندوستانی موسیقی کے حوالے سے کئی ایک کتابیں تحریر کیں جن میں سے کچھ نایاب ہیں اور چند ایک کے نام یہ ہیں:

- Indian Music(London-1914)
- زمانہ تحصیل، آگرہ، مطبع مفید عام، ۱۹۲۴ء
- The music of India(London.Luzac,1925)
- Iqbal(Bombay,1947)
- Gardens(Karachi,Ameen art Press year.nd)

اقبال نے عطیہ فیضی کے نام بہت سے خطوط تحریر کئے۔مگر چوں کہ شاید شروع شروع میں ان خطوط کی قدر و قیمت کا پوری طرح احساس نہیں تھا اس لئے بہت سے خطوط محفوظ نہ رہ سکے۔خود عطیہ فیضی اقبال کے خطوط کے حوالے سے اس امر کا اعتراف کرتی ہیں کہ میرے نام ان کے بہت سے خطوط آئے ہیں جن کے جوابات میں دیتی رہی اگرچہ ان کا ریکارڈ میرے پاس محفوظ نہیں رہا(٧) اقبال کے عطیہ فیضی کے نام دستیاب خطوط سے اقبال کی نجی زندگی کے بہت سے پہلو نمایاں ہوتے ہیں خاص طور پر یورپ میں تین سالہ قیام کے بعد جب اقبال ہندوستان واپس آئے تو انہیں جن مسائل اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، ان کی بھرپور جھلک اقبال کے عطیہ فیضی کے نام خطوط میں دیکھی جاسکتی ہے۔عطیہ فیضی کے نام خطوط کے مطالعہ سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اقبال اس دور میں ایک زبردست جذباتی کیفیت سے گزر رہے تھے۔ایک طرف بڑے بھائی کی علالت کی پریشانی (٨) دوسری طرف معاشی طور پر ان کے ممنون احسان

ہونے کا احساس اور پھر اپنی ازدواجی زندگی کی طرف سے اس حد تک بے اطمینانی کہ اقبال عطیہ فیضی کے نام ایک خط میں اپنے والد کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''وہ مجھ پر میری بیوی مسلط کر رہے ہیں میں نے اپنے والد صاحب کو لکھ دیا ہے کہ انہیں میری شادی ٹھہرانے کا کوئی حق نہ تھا۔''(۹)

اقبال نے اپنی زندگی کے اس جذباتی دور میں عطیہ فیضی کے نام خطوط میں نہ صرف انہیں اپنے دکھ اور درد میں شریک کیا ہے بلکہ اپنی جذباتی کیفیات اور دلی احوال سے بھی بلا کم و کاست آگاہ کیا ہے۔ ایک خط میں رقم طراز ہیں:

> ''ایک انسان ہونے کے ناطے میرا بھی خوشی پر حق ہے۔ اگر سوسائٹی یا نیچر مجھے اس سے محروم کرتی ہے تو میں دونوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا ہوں۔ اس کا واحد علاج یہی ہے کہ میں اس بدبخت ملک کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دوں یا پھر شراب میں پناہ ڈھونڈوں جو خودکشی کو آسان تر بنا دیتی ہے۔ یہ کتابوں کے مردہ بنجر اوراق میرے لئے سرمایہ مسرت سے عاری ہیں۔ میری روح کا سوز ان کے ساتھ تمام سماجی رسوم و رواج کو جلا کر خاک کر دینے کے لئے کافی ہے۔ آپ کہتی ہیں کہ دنیا کو ایک خدائے خیر نے پیدا کیا ممکن ہے ایسا ہی ہو مگر اس زندگی کے حقائق تو کسی دوسرے نتیجے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ عقلی طور پر تو یزداں کی نسبت ایک قادرِ مطلق اور ابدی اہرمن پر ایمان لانا زیادہ آسان نظر آتا ہے۔''(۱۰)

اقبال کے احباب میں عطیہ فیضی غالباً وہ واحد شخصیت ہیں جن کے ساتھ خط و کتابت میں اقبال نے اپنے گھریلو اور نجی احوال کو اس قدر کھل کر بیان کیا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ اقبال سمجھتے تھے کہ عطیہ فیضی ایک عورت ہونے کے ناطے ان کے جذبات کو نسبتاً زیادہ بہتر سمجھ پائیں گی نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنی گھریلو زندگی کی ناہمواری سے گھبرا کر ان کا دل کسی قدر عطیہ کی طرف مائل ہو۔ ایک خط میں اقبال کا عطیہ کے لئے والہانہ انداز دیدنی ہے۔ وہ جس طرح انہیں ان کے خطوط کے حوالے سے اعتماد میں لیتے ہیں اور یوں ان کی کچھ کھل کر کہنے کے لئے حوصلہ افزائی کرتے ہیں، اس سے اقبال کے دل میں عطیہ کے لئے احساس کا ایک چھپا ہوا رومانی پہلو اُبھرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اقبال کے ایک خط کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''میں آپ سے ملنے کا آرزومند ہوں اور اپنے تمام تر وجود کو آپ کے سامنے بے نقاب کر دینا چاہتا ہوں۔ آپ فرماتی ہیں کہ آپ مجھ سے بہت سے سوال کرنا چاہتی ہیں۔ بسم اللہ! آپ کے خطوط ہمیشہ محفوظ انداز میں رکھتا ہوں۔ کسی کی ان تک رسائی نہیں اور آپ جانتی ہیں کہ میں آپ سے کوئی بات چھپاتا نہیں بلکہ ایسا کرنا گناہ سمجھتا ہوں۔''(۱۱)

اقبال کے عطیہ فیضی کے نام اکثر خطوط طویل بلکہ طویل تر ہیں۔ بیشتر خطوط میں اقبال نے اپنی شخصیت کے خصائص بیان کئے ہیں اور اپنی فطرت اور سرشت کے پوشیدہ رازوں سے پردہ اُٹھایا ہے۔ ایک جگہ عطیہ فیضی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں ''میں آپ کی خوشنودی کی خاطر ہر چیز کرنے کو تیار ہوں''(۱۲) ایک اور خط میں یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

''میری فطرت سے متعلق آپ کی ناواقفیت پر لرز اُٹھتا ہوں۔ کاش میں اپنا باطن آپ پر عیاں کر سکتا تا کہ میری روح پر فراموش گاری کا جو حجاب آپ کو نظر آتا ہے، دور ہو جاتا'' (۱۳)

بعض خطوط کے متن سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ بیگم عطیہ فیضی کسی باعث اقبال سے متعلق کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر ناراض ہو گئیں۔ اس پر اقبال بے چین دکھائی دیتے ہیں۔ بار بار خطوط میں اپنی صفائی پیش کرتے ہیں اور غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک خط میں رقم طراز ہیں:

''مائی ڈیر مس عطیہ! میرے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوئیے اور نہ ہی مجھ پر ایسا عتاب فرمائیے جو آپ کے خط سے ٹپک رہا ہے۔'' (۱۴)

اقبال نے سوائے ایک آدھ مکتوب کے تقریباً سبھی خطوط میں بیگم عطیہ فیضی کو مائی ڈیر مس فیضی یا مائی ڈیر مس عطیہ کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ تاہم اس بے تکلفی کے ساتھ ساتھ خطوط کے اسلوب بیان سے اقبال کے دل میں بیگم عطیہ فیضی کے لئے عزت واحترام کے جذبات کی بھی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔ عطیہ فیضی کے نام اقبال کا آخری خط ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کا تحریر کردہ ہے۔ ممکن ہے اس خط کے بعد بھی اقبال نے عطیہ کے نام خطوط تحریر کئے ہوں۔ تاہم بیگم عطیہ فیضی کے نام ابھی تک دستیاب خطوط کی کل تعداد بارہ ہے۔

حوالہ جات


۱۔محمد یامین عثمان،مقدمہ مشمولہ:''زمانہ تحصیل''،از عطیہ فیضی،اِدارہ یادگار غالب،کراچی،۲۰۱۰ء،
ص۱۴

۲۔عطیہ فیضی،''اقبال''،(مترجم:ضیاءالدین احمد برنی)،اقبال اکادمی،پاکستان،لاہور،۱۹۸۱ء،
ص۲۳

۳۔عطیہ فیضی،''زمانہ تحصیل''،ایضاً،ص۱۱۵

۴۔عطیہ فیضی،''اقبال''،(مترجم:ضیاءالدین احمد برنی)،ص۱۰۲

۵۔ایضاً،ص۱۱۰

۶۔نصراللہ خاں،''کیا قافلہ جاتا ہے'' مکتبہ تہذیب وفن،کراچی،۱۹۸۴ء،ص۱۱۵

۷۔عطیہ فیضی،''اقبال''،(مترجم:ضیاءالدین احمد برنی)،ص۴۶

۸۔محمد اقبال،''کلیات مکاتیب اقبال(جلداول)''،(مرتبہ:سید مظفر حسین برنی)،اردو اکادمی،دہلی،۱۹۹۲ء،ص۱۶۵

۹۔ایضاً،ص۱۷۴

۱۰۔ایضاً،ص۱۸۴،۱۷۵

۱۱۔ایضاً،ص۱۷۸

۱۲۔ایضاً،ص۱۹۱

۱۳۔ایضاً،ص۲۰۰

۱۴۔ایضاً،ص۲۰۵